Publication Information

الاسوۃ ریسرچ جرنل

AL-USWAH Research Journal

Publisher: Institute of Dialog and Research, Islamabad

E-ISSN 2708-2566 P-ISSN2708-8786

Vol.02, Issue 02 (July-December) 2022

https://idr.com.pk/ojs3308/index.php/aluswa/index

HEC Category "Y"

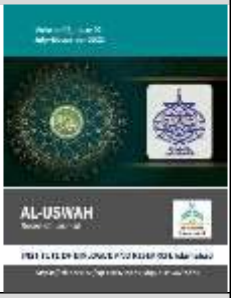

Title:

اصول عرف کی روشنی میں معاشرتی فرسودہ رسومات کا تجزیاتی مطالعہ

Translation:

Analytical Study of Social Obsolete Ritual in the light of Usool e Urf

Author:

Dr. Asma Aziz

Assistant Professor, G.C. Women University Faisalabad

Email: msasmaaziz@gcwuf.edu.pk

Haleema Ayesha

MPhil Scholar

Email: HShu375@gmail.com

Shama Naz

MPhil Scholar

2017-gcwuf-1721@student.edu.pk

How to Cite:

Dr. Asma Aziz, Haleema Ayesha, and Shama Naz. 2022. "اصول عرف کی روشنی میں معاشرتی فرسودہ رسومات کا تجزیاتی مطالعہ: Analytical Study of Social Obsolete Ritual in the Light of Usool E Urf". AL-USWAH Research Journal 2 (2).

https://idr.com.pk/ojs3308/index.php/aluswa/article/view/17.

Copyright Notice:

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 3.0 License.

اصول عرف کی روشنی میں معاشرتی فرسودہ رسومات کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of Social Obsolete Ritual in the light of Usool e Urf

Dr. Asma Aziz
Assistant Professor, G.C. Women University Faisalabad
Email: msasmaaziz@gcwuf.edu.pk

Haleema Ayesha
MPhil Scholar
Email: HShu375@gmail.com

Shama Naz
MPhil Scholar
2017-gcwuf-1721@student.edu.pk

Abstract
The identity of any nation is the culture and rituals of the country. Rituals also have a part of country that forms their identity. And in the same way there are customs and traditions. Some of them have some customs in the religion which have nothing to do with the religion of Islam, these customs are seen in other religions or Nations. And often rituals are attributed to religion some. And some illegitimate rituals are performed as a duty. For this, it is necessary to prevent outdated rituals. So that they are not considered a part of religion. They should be avoided as much as possible. And the customs that are in accordance with Islamic limits and religion should be followed and people should be informed about the customs in the light of Islamic teachings. This research study deals under the light of Usool e Urf with those custom and tradition which are based on wrong misconceptions and understandings.
Keywords: Obsolete rituals, Customs ‹Islam, Usool e Urf

تعارف:

اسلام کی امتیازی خصوصیت اس کا نہایت جامع قانون حیات ہے۔ چنانچہ جدید دور کے نئے تقاضوں کے پیش نظر وہ مسلمان حکومتیں جو اپنے ممالک میں قانون اسلامی کو مکمل قانونی اور دستوری حیثیت دینا چاہتے ہیں، اور اپنے ممالک کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے کوشاں ہیں، ان کے لیے قرآن مجید، حدیث نبوی، اجماع اور قیاس کے معروف بنیادی فقہی اصولوں کے علاوہ اصولِ عرف بھی اپنا مؤثر قانونی کردار رکھتا ہے کہ جس کے ذریعے معاشرہ میں پہلے سے رائج رسوم وعادات کا قابل قدر لحاظ رکھا جاتا ہے جو شریعت اسلامیہ سے متعارض نہ ہوں، کیونکہ اگر انھیں کلیۃً نظر انداز کر دیا جائے تو انسانی معاشرہ ترقی وارتقاء کے بجائے تنزلی وجمود کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ انسانی معاشروں میں پہلے سے مروج عرف وعادات کا شریعت اسلامیہ میں لحاظ واعتبار مسلم ہے۔ البتہ شریعت اسلامیہ نہایت متوازن اور مناسب

طریقے سے 'جہاں اور جس قدر ضرورت اصلاح' کے اصول کے بنیاد پر رسوم ورواج اور عرف وعادات میں مکمل اصلاحی یا جزوی ترمیمی عمل اختیار کر کے حیات انسانی کو فطری راستے پر فطری طریقے سے گامزن کرنے میں مدد کرتی ہے۔شریعت اسلامیہ چونکہ انسانیت کی نجات وفلاح کا ایک خالص نظام حیات ہے، اس لیے یہ ان رسوم کو جو اس کے اصولی مبادی سے متصادم ہوں، حکمت بالغہ کے ذریعے ان کا متبادل فراہم کرنا بھی فراموش نہیں کرتی ہے ۔ کیونکہ یہ رسوم ہی کسی بھی معاشرے یا قوم کی پہچان بنتی ہیں۔ تاریخ کا کوئی بھی زمانہ رسوم ورواج سے خالی نہ رہا۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے جن شریعتوں کو متعارف کرایا ان کا بنیادی مقصد انسانی معاشرے کی تہذیب تھا۔ان شریعتوں میں بھی مروجہ رسومات کی قبولیت واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے ۔ یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شریعت مطاہرہ متعارف کرائی۔جو تا قیامت نافذ العمل ہے۔اس میں بھی عرب کی پاکیزہ متعدد روایات کو اسلامی شریعت کا حصہ بنایا گیا ہے۔جو رسمیں انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی کے لیے موزوں مفید تھیں اور ہیں۔اسلام نے انہیں اختیار کیا اور ان پر عمل آوری کی ترغیب دی اور جو انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی کے لیے مفید نہ تھی ان کو ختم کر دیا۔ لیکن آج کے دور میں جہاں اسلام وسیع پیمانے پر پھیل چکا ہے اس کے باوجود لوگ اس پر عمل نہیں کرتے اور دوسری اقوام کو دیکھ کر یا من گھڑت رسوم کو اپنا لیتے ہیں۔اور ان رسوم کو پھر واجب یا فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ان میں من گھڑت اور اور دینی احکام کے خلاف رسومات جو رائج ہیں ان کو ختم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔اور اس کام کو سب سے بہتر علماء کرام انجام دے سکتے ہیں۔ کہ وہ لوگوں کو قرآن وسنت سے دلائل دیں کر ان کو راہ راست پر لانے کی بھرپور کوشش کریں۔ تا کہ ان فرسودہ رسومات کا خاتمہ ہو سکے۔

رسم کا لغوی واصطلاحی مفہوم

رسم عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کے لغوی معنی تفتیش یا تحریر کے ہیں۔لسان العرب میں رسم کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔**الرسم:الاثر وقیل بقیه الاثر**(1)یعنی بقایا کے نشان کو رسم کہا جاتا ہے۔ **الرواسم:کتب کانت في الجاهلية**(2) جاہلیت کی لکھی گئی تحریر کو کہتے ہیں.

القاموس المحیط میں رسم کی لغوی تعریف ان الفاظ میں ہے کہ **الرسم الزكيه تدفنها الارض والاثروبقية،اؤمالا شخص له من الاثارة ارسم ورسوم وترسم نظراليها وترسم الغيث الدريا عفاها، وابقى اثرها الاثقال بالارض.**(3)(رسم اس وقت کس چیز کو کہتے ہیں جسے زمین دفنا دے یا اس کا مطلب ہے وہ اثر جو باقی رہ جائے یا ایسی چیز جس کا آثار باقی نہ رہے۔اس کی جمع ارسم اور رسوم آتی ہے ترسم کا مطلب ہے "**نظر اليها وين الغيث الديار**" کا مطلب ہے بارش نے علاقے کے نشانات مٹا دیئے. اور اس کے اثرات زمین کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں انہیں باقی رکھا) اسی طرح "**ورواسم الداهية**"(4) رواسم ناپسندیدہ چیز کو کہتے ہیں۔ فیروز لغات میں لغوی تعریف کچھ یوں کی ہے۔ رسوم کے مجازی معنی دستور، قانون یا رواج کے ہیں۔(5)

رسوم کے بارے میں تمدن ہند کے مصنف ڈاکٹر گستاؤلی بان کہتے ہیں "رسوم وہ چیز ہے۔ جو ہر ملک کی خاص حالت اور قدیم اعتقادات کی بنا پر بزور زمانہ قائم ہو جاتی ہے"(6) زیر بحث عنوان کا مضاف فرسودہ کا معنی ہے۔ بے کار، نہایت مستعمل۔ فرسودہ کے مترادفات خستہ، پرانا بوسیدہ اور ناکارہ کے ہیں۔ لہذا زیرِ بحث مقالہ میں شہر فیصل آباد کی وہ رسومات موضوعِ بحث ہیں جو فرسودہ، ناکارہ اور متعارضِ شریعت ہیں۔ دنیا کے ہر معاشرے میں کچھ رسوم ورواج کا چلن رہتا ہے۔ کہیں سخت تو کہیں نرم کہیں منصفانہ و معتدل تو کہیں انتہائی ظالمانہ اور جاہلانہ رسوم نافذ ہوتی ہیں۔ کسی بھی معاشرے میں انسانی رسم ورواج دیرپا طور پر کبھی مفید نہیں رہی ہیں۔ بدقسمتی سے۔ برصغیر خصوصاً پاک وہند میں فرسودہ اور قبیح رسوم صدیوں سے رائج رہی ہیں ۔ اور حیرانگی کی بات یہ ہے کہ آج بھی ان رسومات کو اس جدید دور میں اپنایا جارہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے ان فرسودہ رسومات کا خاتمہ ضروری ہے اور یہ رسومات پیدائش، شادی، فوتگی اس کے علاوہ کچھ مخصوص دنوں میں ادا کی جاتی ہیں۔

ا۔ پیدائش پر ہونے والی فرسودہ رسومات

ا۔ا گود بھرائی:

عورت کے پہلے بچہ کی پیدایش پر اسے اس کے ماں باپ کے گھر ساتویں یا آخری یعنی نویں (۹) مہینے بھیج دیا جاتا ہے۔ جب بھیجنے کا دن آتا ہے تو اس پر ایک رسم "گود بھرائی" کی ادا کی جاتی ہے۔ جو کہ لڑکے والوں کی طرف سے ہوتی ہے اس رسم میں خاندان کی عورتوں کو مدعو کیا جاتا ہے اور پھر وہ لڑکے کے گھر میں جمع ہو جاتیں ہیں۔ کھانے کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ عورت کی گود میں سات (۷) قسم کے پھل ڈالے جاتے ہیں اور پھر اس کے ساتھ عورت کو دعائیں دی جاتی ہیں۔ یہ رسم کو گود بھرائی کہتے ہیں بعد میں یہ پھل ان عورتوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں جن کے ہاں اولاد نہ ہو۔ یہ پھل ان کو اس لیے دیئے جاتے ہیں کہ اللہ ان کو بھی اولاد کی نعمت سے نوازے۔

لیکن اس رسم کا آغاز ہندو معاشرہ سے ہوتا ہے یہ ہمارے معاشرے میں بھی رسم رائج ہے۔ اس رسم کو کرنے میں ہندوانہ رسم سے مماثلت پائی جاتی ہے اور اسلام میں ذوالحجہ اور محرم کے روزہ کے ساتھ آپ ﷺ کی طرف سے ایک روزہ اور رکھنے کا حکم ہے اسی طرح اس رسم میں شرعاً کوئی قباحت نہیں اگر اس کو ہندوانہ رسم سے منفرد بنا کر شرعی حدود میں رہ کر ادا کیا جائے تو یہی رسم اصول عرف کی روشنی میں جائز ہے۔

ا۔۲ رسم چلہ:۔

اسے پنجاب میں چھلہ کہا جاتا ہے۔ جبکہ صحیح نام چلہ ہے۔ چلہ کا معنی ہے چالیس دن کا عرصہ۔ ہمارے معاشرے میں رواج عام ہے کہ پہلے بچہ کی پیدائش پر عورت اپنے والدین کے ہاں چالیس دن گزارتی ہے اور مدت پوری ہونے پر لڑکے والے عورت اور بچہ کو لینے آتے ہیں اس پر ایک بڑی دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے سُسرال والوں کے لئے تحائف و پُر تائش سامان وغیرہ بھی

دیا جاتا ہے اس کے علاوہ بچہ کی پیدائش کے تیسرے یا پانچویں دن "چھٹی" کی رسم بھی ہوتی ہے جس میں لڑکے کے گھر والے مخصوص اشیاء جو ان کے خاندان میں رائج ہو وہ لے کر آتے ہیں۔

بظاہر ان دونوں رسموں میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن ان دونوں رسوم کی ابتدا بھی برصغیر کے ہندو معاشرہ سے ہے اور ان کے ساتھ کچھ توہمات بھی جُڑی ہوئی ہیں جیسے کہ چلہ میں عورت گھر سے باہر نہ نکلے یا اگر نکلے بھی تو ساتھ کوئی لوہے کی چیز لے کر نکلے اس بات میں کوئی حقیقت نہیں ہے یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ ایسے ہی بچے کی پیدائش کے چالیس دن بعد عورت غسل کرتی ہے اس کو پنجابی میں چلہ / چھلہ نہانا کہتے ہیں جب عورت سسرال واپس جانے لگتی ہے تو میکے والے اسے کچھ سامان دیتے ہیں۔ جسے وتیم کہا جاتا ہے۔ لیکن دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ لڑکی کے والدین اپنی ہمت سے بڑھ کر اور قرض لے کر اپنی بیٹی کو سامان دیتے ہیں۔ تاکہ ان کی بچی کو سسرال میں کوئی طعنہ نہ دے یہ رواج سوائے لڑکی کے والدین پر بے جا بوجھ، دکھاوے کے علاوہ کچھ نہیں بلکہ غریب والدین کے لئے وبالِ جان ہے۔ اگر ان رسومات کا جائزہ لیا جائے اصول عرف کی روشنی میں ایسی رسومات میں کوئی قباحت نہیں لیکن اگر ان میں فضول خرچی نہ ہو۔

۱۔۳ بچہ دانت نکالے تو چیز بانٹنا:

ہندوؤں میں یہ رسم ہے۔ کہ جب بچہ چلنا شروع کرتا ہے۔ تب میٹھی چیز ٹافیاں یا کوئی میٹھی چیز وغیرہ بانٹی جاتی ہیں۔ لیکن ہمارے معاشرے میں جب بچہ دانت نکالنا شروع کرتا ہے تو یہ رسم ادا کی جاتی ہے کہ پھلیاں بانٹی جاتی ہیں یہ خوشی کے اظہار کرنے کا طریقہ ہے۔ اصول عرف میں یہ رسم جائز ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔

۱۔۴ بچہ کا اکٹھے دانت نکالنا:

ہمارے معاشرے میں یہ بھی تصور کیا جاتا ہے۔ کہ اگر بچہ نیچے کے دو دانت اکٹھے نکال لے۔ تو یہ ننھیال پر بھاری ہوتی ہے۔ مطلب کہ ننھیال میں سے کسی کا نقصان ہو گا۔ یہ صرف تہمات ہیں۔ اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں۔ چاہے بچہ ایک دانت نکال لیں یا دو اکٹھے۔ کسی کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ یہ صرف اور صرف اپنے سوچنے کی بات ہے۔ یوں کہیے کہ یقین کی بات ہے۔ کہ آپ جس چیز کے بارے میں جیسا یقین کر لیں گے وہ ویسے ہی رونما ہو جائے گی بہتر یہ ہے کہ ایسے تہمات پر یقین نہ کیا جائے۔ یہ سب اعتقادی مسائل ہیں شرعاً اور اصول عرف میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

۲۔ شادی کی رسومات کا جائزہ:

چاہے کوئی مسلمان ہے یا کافر یا عیسائیت یا یہودی کے طبقے سے تعلق رکھتا ہو شادی کرنا انسان کی ضرورت ہے۔ جنسی جذبات کی تکمیل انسانوں اور حیوانات کی جبلت ہے کسی بھی خاندان کی ابتدا مرد اور عورت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ مختلف مذاہب میں شادی کرنے کے مختلف طریقے اور رسومات قائم ہے دین اسلام میں اللہ نے انسان کی جنسی تسکین اور نسل انسانی کی بقا کے

لئے نکاح مقرر فرمایا اسلام نے خاندانی نظام اور نسل انسانی کو بہت اہمیت دی ہے۔ جب یہ دنیا معرض وجود میں آئی تو معاشرے کی ابتدا مرد اور عورت کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے ہوئی ابتدا عالم میں حضرت آدم علیہ السلام ایک اکیلی ہستی تھی اور ان کی رفیقہ حیات حضرت ابن حواسے اللہ نے نسل انسانی کی تخلیق اور نسال انسانی کا سلسلہ شروع ہوا ارشاد ربانی ہے۔

"یا ایھا الناس اتقوربکما الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا و بث منھا رجال کثیرا ونسا"(7)

ترجمہ:۔(اے لوگو ڈرو اپنے رب سے جس نے تم کو ایک جان (آدم) سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور انہی دونوں سے سارے مرد اور عورت دنیا میں پھیلا دئے)

"شادی "فارسی زبان کا لفظ اور اسم مونث ہے۔ اس کے معنی خوشی، انبساط، جشن، تیوہار، خوشی کی تقریب، بیاہ وغیرہ کے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کا مقالہ نگار شادی کے ذیل میں لکھتا ہے

"Marriage is legally and socially sanctioned union, usually between a man and a woman, that is regulated by laws, rules, customs, beliefs and attitude that prescribe the right and duties of the partners and accords status to their of spring life any."(8)

(شادی معاشرتی اور قانونی طور پر ایک جائز بندھن ہوتا ہے۔ جو عام طور پر ایک مرد اور عورت کے درمیان ہوتا ہے۔ اور اصول و قوانین، رواج، عقیدے اور رویے باضابطہ طور پر فریقین کے مابین حقوق و فرائض مقرر کرتے ہیں۔ اور ان کے بچوں کی حیثیت واضح کرتے ہیں (اگر بچے ہوں تو))

شادی کے لئے عربی زبان میں زواج کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جو "زوج" سے بنا ہے۔ لغت میں زوج کا لفظ ساتھی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ "الزوج في اللغة: الفرد الذي له قرين."(9)(لغت میں زوج سے مراد وہ فرد جس کا کوئی ساتھی ہو۔)

۲۔۲ رشتہ کو جوڑتے وقت برادری کا خیال رکھنا:

ذات میں شادی کرنا یہ بھی ہندو تہذیب کا حصہ ہے کہ وہ اپنی ذات سے باہر شادی نہیں کرتے۔ لیکن یہ رواج ہمارے اسلامی معاشرے میں بھی اتنی شدت سے رائج ہو چکا ہے کہ اکثریت ذات سے باہر شادی نہیں کرتے۔ ان کے لئے برادری سب سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے اکثر بچیوں کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور شادی کی عمر بھی گزرتی رہتی ہے۔ اور پھر مناسب رشتے نہیں ملتے۔ لوگوں کو زیادہ پرواہ یہ ہوتی ہے کہ اگر برادری میں رشتہ نہ کیا گیا۔ تو خاندان والے اس کے برادری والے کیا کہیں گے۔ جبکہ اسلام نے تو ذات پات کے فرق کو ختم کیا اور تقوی کی بنا پر ایک دوسرے کو فوقیت دی۔۔ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہی ہے- اور تمہارا باپ ایک ہی ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، فضیلت صرف تقوی کی بنیاد پر ہے"(10)

شرعاًاور اصول عرف میں برادری کی کوئی اہمیت نہیں۔ مناسب یہی ہے کہ اچھا رشتہ دیکھ کے رشتہ طے کر دیا جائے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ: "عورت سے نکاح چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے: مال، حَسَب نَسَب، حُسن و جمال اور دِین مگر تم دِین والی کو ترجیح دو۔" بخاری، ج3، ص429، حدیث:5090

لہذا ہمیں ہندو تہذیب کے اثر کو لینے کے بجائے اسلامی احکامات و اصولوں کو مد نظر رکھنا چاہیے اسی میں ہماری بھلائی ہے شریعت کی پیروی بھی اور طبی نقصانات سے بچاو بھی ہے۔

2-ستارے ملا کر رشتہ کرنا:

آج کل ہمارے معاشرے میں یہ رسم رائج ہو چکی ہے کہ ستارے ملا کر رشتے کیا جاتا ہے یہ ایک ہندوانہ رسم ہے۔ ہندو دھرم کے لوگ شادی سے پہلے لڑکا اور لڑکی کے ستارے ملا کر ان کا زائچہ بناتے ہیں اور پھر رشتہ طے کرتے ہیں۔ ستاروں کا نکاح اور تقدیر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے صحیح بخاری میں ہے

"(ولقد زينا السماء بمصابيح)خلق هذه النجوم لثلث: جعلها للسماء ورجوما للشياطين وعلامت يهتدي بها فمن تاول فيها بغيرذلك اخطا واضاع نصيبه وتكلف ما لا علمه له به"(11)

(حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا(اللہ عزوجل کا ارشاد ہے)اور بلاشبہ ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے مزین فرمایا یہ ستارے تین فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ آسمان کی زینت کے لیے اور شیطانوں کو سنگسار کرنے کے لئے اور علامتیں ہیں۔ جن سے راستہ جانا جاتا ہے۔ جس نے ان کے علاوہ اور تاویل کی اس نے غلطی کی۔ اور علم سے اپنا حصہ ضائع کر دیا۔ اور اس کا تلف کیا۔ جس کا اسے علم نہیں۔)

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ستارے ملا کر شادی کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ انسان کو گمراہ کرنے کی بات ہے۔ کیونکہ اللہ نے خود ان ستاروں کا مقصد بتا دیا۔ اس رسم کو بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ ایک ہندوانہ رسم ہے اس رسم کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔

۲-۳بارات کی روانگی:

بارات کی روانگی جس وقت ہوتی ہے۔ دولہا کے دوست و احباب پیسے لوٹاتے ہیں۔ فائرنگ کی وجہ سے اکثر حادثات بھی رونما ہو جاتے ہیں شادی پر آتش بازی اسراف ہے۔ مفتی امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ

"ناچ باجے آتشبازی حرام ہے۔ کون اس کی حرمت سے واقف نہیں ہے۔ مگر بعض لوگ ایسے منہمک ہوتے ہیں۔ کہ یہ نہ ہو

تو گویا شادی ہی نہ ہوئی بلکہ بعض تو اتنے بے باک ہوتے ہیں۔ اگر شادی میں یہ محرمات نہ ہو تو اسے غمی اور جنازے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک تو یہ گناہ ہے اور شریعت کی مخالفت ہے۔ اور دوسرے تمام تماشائیوں کے گناہ کا یہی سبب ہے۔ اور آتش بازی میں کبھی کپڑے جلتے کبھی کسی کا مکان یہ کسی چھپر میں آگ لگ جاتی ہے۔ یا کوئی جل جاتا ہے۔"(12) آتش بازی کرنا غیر مسلموں کے تہوار کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرے۔ شریعت اسلامی ایسے افعال کو کرنے کی اجازت نہیں دیتی کہ جس میں کسی کا جانی ومالی نقصان ہو۔ لیکن اگر آپ نے آتشبازی ایسی کرنی ہے تو کسی ایسی جگہ کا انتخاب کریں جہاں کسی کا کوئی نقصان نہ ہو تو یہ جائز ہو گا۔

۲۔۴ بارات کا استقبال:

برات جب لڑکی والوں کے گھر یا جہاں برات کے کھانے پینے کا انتظام ہوتا ہے وہاں پہنچتی ہے تو برات کا استقبال لڑکی والے خوب اچھی طرح کرتے ہیں ادھر بھی دولہا کے دوست احباب پیسہ پانی کی طرح بہاتے ہیں یہ غلط طریقہ ہے یہ جائز نہیں کہ آپ دولت کی ناقدری ایسے کریں کیونکہ یہ پیسے پھر پاؤں کے نیچے آتے ہیں جسے بچے یا بینڈ باجے والے اٹھاتے اور پکڑتے ہیں بہتر طریقہ یہ ہے کہ پیسے لٹانے کی بجائے بینڈ باجے والوں کو ویسے ہی دے دیے جائیں۔ تو یہ بہتر طریقہ ہے اور شرعاً بھی اس کی اجازت ہے۔ جو کام شریعت کے احکام کے خلاف ہو۔ اس کی اصول عرف کی روشنی میں بھی ممانعت ہے۔

۲۔۵ دولہا کا راستہ روکنا (سالیوں کا):

یہ ہندوستان میں ایک قدیم رسم ہے۔ جہاں دولہا کو نکاح کے بعد دلہن کے ساتھ اسٹیج پر بٹھانے کے لیے لایا جاتا ہے۔ تو دلہن کی بہنیں راستہ روک کر رقم طلب کرتی ہیں۔ دولہا پھر وہ رقم دلہن کی بہنوں کو دیتا ہے۔ پھر اسے آنے دیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ ہندوانہ رسم ہے اس لیے اس کو کرنے سے گریز کیا جائے۔ شرعاً ایسی رسوم کی اجازت نہیں۔

۲۔۶ دلہن کا رخصتی کے وقت چاول پھینکنا:

رخصتی کے وقت یہ دیکھنے میں آتا ہے یا آیا ہے۔ کہ دلہن چاول پھینکتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ ماں باپ بیٹی کو کم یاد کریں گے یا بیٹی کے جانے کے بعد میں رزق کا اضافہ ہی رہے گا۔ یہ ہندوانہ رسم ہے۔ یہ رسم قطعاً جائز نہیں۔ کیونکہ اس رسم سے رزق کی بے ادبی ہوتی ہے۔ اور ہندوؤں سے مشابہت ہوتی ہے۔ شریعت ایسی رسم کی اجازت نہیں دیتی۔ اور اصول عرف کی روشنی میں یہ رسم جائز نہیں۔

۲۔۷ دلہن کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے دہلیز پر تیل ڈالنا:

جب دلہن دولہا کے گھر پہنچتی ہے تو لڑکے والے آتش بازی کرتے ہیں اس کے بعد جیسے ہی دولہا دلہن گھر کی دہلیز پر آتے ہیں تو گھر کی دہلیز پر تیل ڈالا جاتا ہے۔ چونکہ برصغیر پاک وہند میں ایک عرصے تک ساتھ رہنے کی وجہ سے اکثر رسومات ہماری

مسلم معاشرے کا حصہ بن گئی یہ رسم بھی ہندو تہذیب کا حصہ ہے جو کہ ہمارے معاشرے میں رائج ہو چکی ہے۔اس طرح کی رسم اسلامی تعلیمات کا حصہ نہیں ہے۔اس لیے یہ اصول عرف کی روشنی میں بھی جائز نہیں۔کیونکہ ایسی رسوم سے اسراف ہوتا ہے۔اور دین اسلام اسراف کو پسند نہیں کرتا۔

۲۔۸ پانی وارنا:

جب دولہا دلہن کو گھر لے کر آتا ہے تو دلہے کی ماں یہ رسم کرتی ہے دلہا اور دلہن کے سر سے پانی وار کر پیتی ہے۔اور وہ سات مرتبہ پانی کو وارتی ہے۔دلہا اور دلہن کے سر سے۔اور ماں ہر بار کوشش کرتی ہے پانی پینے کی۔لیکن دولہا اس کو پانی پینے نہیں دیتا لیکن آخری چکر یعنی ساتویں پھیرے میں پھر ماں وہ پانی پی لیتی ہے۔اسکا خیال یہ ہوتا ہے ماں اپنے بیٹے کے سارے غم لیتی ہے یہ اعتقادی مسائل کے زمرے میں آتا ہے۔اصول عرف کی روشنی میں یہ رسم جائز ہے اگر ایسا عقیدہ نہ رکھا جائے۔کیونکہ جو انسان کی قسمت میں لکھا گیا ہے جو دکھ انسان کی قسمت میں ہو وہ آتے ہی ہیں۔

۲۔۹ گھٹنہ پکڑائی کی رسم:

جب دلہن شوہر کے گھر آتی ہے تو دولہے کا چھوٹا بھائی یعنی دیور اس کے گھٹنے پر بیٹھ کر یا دلہن کا گھٹنہ پکڑ کر پیسے لیتا ہے اگر دیور چھوٹا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔لیکن اگر دیور بالغ ہے تو وہ دلہن کے پاس یا پاؤں کے قریب بیٹھ کر اس کا گھٹنا پکڑ کر اس سے پیسے لیتا ہے۔ایسی صورت میں اس رسم کی اجازت نہیں کیونکہ دلہن کے لیے دیور نامحرم ہے۔اور نامحرم کو چھونا جائز نہیں۔شریعت نامحرم کو کسی بھی ایسے فعل کی اجازت نہیں دیتی۔شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ بالغ دیور یہ رسم کریں۔

۲۔۱۰ لڑکی والوں کو بد دینا:

بارات والے دن ہی لڑکے والے بورے میں / تھیلے میں بِدلے کر جاتے ہیں۔نکاح کے بعد ڈبیوں والی بِد سب کو دیتے ہیں اور تھیلے والا یا بورے والی بِد لڑکی والوں کو دے دی جاتی ہے اور پھر لڑکی والے شادی کے بعد وہ بِد اپنے خاندان میں تقسیم کرتے ہیں۔یہ نکاح کے بعد خوشی کے اظہار کا طریقہ ہے۔اصول عرف میں اس کی گنجائش ہے۔

۳۔فوتگی کی رسومات:

انسانی زندگی کی پیدائش اور موت دونوں ہی بڑی اہمیت کے حامل ہے۔پیدائش کے مقابلے میں موت کے اثرات انسان کے لئے زیادہ گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں۔جیسے خوشی کے موقع پر رسومات ادا کی جاتی ہیں۔بالکل ایسے ہی غمی کے موقع پر ہمارے معاشرے میں رسومات رائج ہیں۔کچھ رسومات اسلامی ہیں اور کچھ ایسی ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ان کو ختم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

۳۔ا میت کی چارپائی کے نیچے گندم اور نمک رکھنا:

اکثر ہمارے معاشرے میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جب کوئی انسان فوت ہو جاتا ہے تو میت کی چارپائی کے نیچے کسی برتن میں گندم اور نمک رکھا جاتا ہے۔ جبکہ یہ غلط رسم ہے۔ اسلام میں اس کا تصور نہیں اس لیے اس رسم کو ادا کرنے سے ہر حد تک گریز کیا جائے۔ شرعاً اور اصول عرف میں قطعاً ایسی رسوم کی اجازت نہیں۔ جن کا کوئی مقصد نہیں ہے۔

۳۔۲ سہاگن (عورت) پر لال دوپٹہ ڈالنا (فوت ہونے پر):

یہ رسم بھی ہمارے معاشرے میں رائج ہے۔ کہ جب کوئی عورت فوت ہو جائے۔ جس کا شوہر زندہ ہو یعنی وہ سہاگن ہی فوت ہو جائے۔ تو یہ رسم ادا کی جاتی ہے۔ اس کو سرخ دوپٹہ یا زری گوٹہ کا دوپٹہ وغیرہ اس عورت کے سر پر دیا جاتا ہے۔ یہ ناجائز ہے۔ شرعاً اس کی کوئی اجازت نہیں ہے اور اصول عرف میں بھی اس رسم کی اجازت نہیں۔ کیونکہ یہ بھی ہندوانہ رسم ہے۔ ہندوؤں میں ہے کہ جب کوئی عورت سہاگن فوت ہو جائے تو اس کو سرخ دوپٹہ اوڑھا جاتا ہے۔ چونکہ ہندوؤں سے مشابہت کی بناء پر یہ رسم جائز نہیں۔

۳۔۳ قبر میں چٹائی بچھانا:

آج کل یہ رواج کہہ لیں یا رسم۔ جو کہ رائج ہو چکی ہے۔ کہ لوگ قبر میں میت کے نیچے چٹائی بچھا دیتے ہیں۔ یہ جائز نہیں اسراف ہے۔ اور یہ مکروہ ہے ردالمختار میں ہے

"يكره أن يوضع تحت الميت في القبر مضربة أو مخدة أو حصيرا أونحو ذلك ولعله وجهه انه اتلاف مال بلا ضرورةفالكراهة تحريمية......وكره ابن عباس ان يلقى تحت الميت شيء. رواه الترمذي. ابن ابي موسى لا تجعلوا بيني وبين الارض شيئا."(13)

(قبر میں میت کے نیچے رضائی یا تکیہ یا چٹائی وغیرہ بچھانا مکروہ ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بلا ضرورت مال کا ضائع کرنا ہے۔ اور یہ مکروہ تحریمی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ وہ جانتے تھے میت کے نیچے کوئی چیز رکھنے کو روایت کیا ہے امام ترمذی ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے اور زمین کے درمیان کوئی چیز نہ رکھنا (یعنی مجھے ایسے دفن کرنا) ۔اصول عرف کی روشنی میں یہ مکروہ عمل ہے۔

۴۔ مخصوص دنوں اور متفرق رسومات:

ہمارے معاشرے میں خاص دن مقرر ہیں کہ ان مہینوں یا ان دنوں میں رسومات ادا کرنی ہے اور وہ رسومات ان دنوں کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں۔

۴۔۱ محرم الحرام میں بچوں کو امام حسین کا فقیر بنانا:

محرم میں دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ کچھ لوگ اپنے بچوں کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر فقیر بناتے ہیں۔ اور منت مانگی جاتی ہے۔ کہ اگر ہمارا بچہ ہوا تو اس کو اتنے مہینے یا سال تک کے لیے امام حسین کا فقیر بنائے گے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ فقیر بن کربلا

ضرورت مجبوری مانگنا حرام ہے۔ اور ایسے کو دینا بھی حرام ہے اور ایسی نذر ومنت ماننا جائز نہیں ہے۔ امام احمد رضا اس کے بارے میں فرماتے ہیں یہ مہمل وممنوع ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

"قال صلی الله علیه واله وسلم لانذرفي معصية"(14)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گناہ کے کام میں کوئی منت نہیں ہے)

اسی طرح بہار شریعت میں ہے۔

"محرم میں بچوں کو فقیر بنانے کی منت سخت جہالت ہے۔ ایسی منت مانی نہیں چاہیے اور مانی ہو تو پوری نہ کریں"(15) شریعت میں ایسے مانگنے کی اجازت نہیں۔ اصول عرف کی روشنی میں ایسی منت مانگنا جائز نہیں۔

۴۔۲ صفر میں شادی نہ کرنا:

ہمارے معاشرے میں یہ رواج ہے کہ لوگ صفر کے مہینے میں شادی کرنے سے گریز کرتے ہیں کیونکہ لوگ اس مہینے کو منحوس تصور کرتے ہیں۔ یہ سب توہمات اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں۔ حقیقت میں زمانہ جاہلیت میں لوگ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے تھے۔ حدیث پاک میں ہے:

"حدثنا محمد بن الحكم حدثنا النضراخبرنا اسرائيل اخبرنا ابو حصين عن ابي صالح عن ابي هريره رضي الله عنه النبي صلى الله عليه وسلم قال لا عدوى والا طيرة ولا هامة ولا صفر"(16)

(ہم سے محمد بن حکم نے بیان کیا کہا ہم سے نضر بن شمیل نے کہا ہم کو اسرائیل نے خبر دی کہا ہم کو ابو حصین نے ابو صالح سے انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوت لگ جانا یا بد شگونی ی یا الو یا صفر کی نحوست یہ کوئی چیز نہیں ہے)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ صفر کا مہینہ کوئی نحوست والا نہیں ہے۔ اس ماہ میں کوئی ایسی چیز نہیں جو کسی کو کوئی کام کے کرنے سے روکے اس لئے خود کو مشکلات میں نہ ڈالیں۔ یہ ہماری ہی کم علمی کا نتیجہ ہے جو اس ماہ کو منحوس سمجھتے ہیں یا یہ کہ اس ماہ میں یہ کام نہیں کیے جانے چاہئیں۔ شریعت میں اس کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ ہی شریعت نے شادی کے لئے کوئی خاص دن یا مہینہ مقرر کیا ہے۔ اصول عرف کی روشنی میں یہ جائز نہیں کہ آپ کسی مہینے یا دن کو منحوس تصور کریں۔

۴۔۳ بسنت:

بسنت موسم بہار میں منایا جانے والا بنیادی طور پر ہندوؤں کا ایک تہوار ہے ہے جو عموماً فروری کے مہینے میں آتا ہے اردو میں لکھا ہے کہ یہ سرسوتی دیوی کا دن ہے اس دن خوشی منائی جاتی ہے اور موسیقی سے لطف اندوز ہوا جاتا ہے(17)

جبکہ بسنت کا تہوار ایک واقع کے بعد شروع ہوا ایک ہندو مورخ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ نجار اپنی کتاب "Punjab under the later mughals" میں لکھا ہے کہ

"حقیقت رائے باگھ مل پوری سیالکوٹ کے ایک ہندو کھتری کا اکلوتا لڑکا تھا۔ حقیقت رائے نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں انتہائی گستاخانہ اور نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ اس جرم پر حقیقت رائے کو گرفتار کرکے عدالتی کارروائی کے لئے لاہور بھی بھیجا گیا جہاں اسے سزائے موت کا حکم سنادیا گیا۔ اس وقت پنجاب کے ہندوؤں کو شدید جھٹکا لگا اور کچھ ہندو افسر سفارش کے لئے اس وقت کے پنجاب کے گورنر زکریا خان(1707ء تا1759ء) کے پاس گئے کہ حقیقت رائے کو معاف کر دیا جائے لیکن زکریا خان نے کوئی سفارش نہ سنی اور سزائے موت کے حکم پر نظر ثانی کرنے سے انکار کر دیا لہذا اس گستاخ رسول کی گردن اڑادی گئی۔ اس پر ہندوؤں میں صف ماتم بچھ گئی۔ حقیقت رائے کی ایک مڑہی(یادگار) قائم کی جو کوٹ خواجہ سعید خواجہ (کھوجے شاہی) لاہور میں واقع ہے. اور اب یہ جگہ "باوے دی مڑہی" کے نام سے مشہور ہے۔ جس دن حقیقت رائے کو پھانسی ہوئی اسی جگہ سے ایک ہندو رئیس کالورام سے مشہور نے گستاخ رسول حقیقت رائے کی یاد میں بسنت میلے کا آغاز کیا۔ راجہ رنجیت سنگھ کے بعد انگریز حکومت نے حقیقت رائے کی سمادھی ہ کو باغبانپورہ بھوگی والی میں آرائیوں سے زمین خرید کر مندر بنادیا ہندو، سکھ بسنتی کپڑے پہن کر یہ میلہ مناتے ہیں لاہور سے پہلا شہر ہے جہاں بسنت شروع ہوئی(18)

اس سارے واقع سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بسنت دراصل ہندوؤں اور سکھوں کا تہوار ہے۔ اور اس تہوار کو گستاخ رسول کی یادگار میں منایا جاتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو ہر تہوار پر غور کرنا چاہیے اس کی تاریخ کا علم ہونا چاہئے کہ تہوار شروع کیسے ہوا اور اس قسم کے تہوار کو منانے سے پرہیز کیجئے کیونکہ ہم اس تہوار کو منا کر ہندوؤں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اور دوسری طرف پتنگ بازی کو خونی کھیل بھی کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کیونکہ اس کی وجہ سے ہر سال نا جانے کتنی جانوں کا ضیاع ہوتا ہے شرعاً اصول عرف کی روشنی میں یہ تہوار منانا جائز نہیں

4-ویلنٹائن ڈے:

سینٹ ویلنٹائن ڈے جسے ویلنٹائن ڈے اور سینٹ ویلنٹائن کا تہوار بھی کہا جاتا ہے ہے محبت کے نام پر مخصوص عالمی دن ہے۔ اسے ہر سال14 فروری کو ساری دنیا میں بڑے پیمانے پر منایا جاتا ہے۔ اس دن شادی شدہ غیر شادی شدہ جوڑے ایک دوسرے کو پھول اور تحائف دے کر اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اب تو بہن بھائی، رشتہ داروں اور دوستوں کو اور اساتذہ کو بھی اس دن پھول دے کر اس دن کی مبارکباد دیتے ہیں۔ ویلنٹائن ڈے کی ابتدا کیسے ہوئی اس کے متعلق محمد عطاءاللہ صدیقی رقمطراز ہیں۔

"اس کے متعلق کوئی مستند حوالہ نہیں موجود ہے۔ البتہ ایک غیر مستند خیالی داستان پائی جاتی ہے۔ کہ تیسری صدی عیسوی میں ویلنٹائن نام ایک پادری تھے جو ایک راہبہ کی زلف گیرہ گیر کے اسیر ہوئے۔ چونکہ مسیحیت میں راہبوں اور راہبات کے

لئے نکاح ممنوع تھا۔اس لئے ایک دن ویلنٹائن نے اپنی معشوقہ کی کی تشفی کے لئے اسے بتایا کہ اسے خواب میں بتایا گیا ہے۔کہ 14 فروری کا دن ایسا ہے ہے اس میں اگر کوئی راہب صاحب یا یاراہبہ اہلا آپ بھی کرلیں مجھے تو اسے سے کوئی گناہ نہیں سمجھا جائیگا۔راہبہ نے اس پر یقین کرلیا اور عشق میں سب کچھ کر گزرے۔کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اڑانے پر پر ان کا حشر وہی ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے۔انھیں قتل کر دیا گیا۔بعد میں میں کچھ منچلوں نے ویلنٹائن کو "شہید ملت" کے درجہ پر فائز کرتے ہوئے ان کی یاد میں یہ دن دن منانا شروع کر دیا۔"

چوتھی صدی عیسوی تک اس دن کو تعزیتی انداز میں منایا جاتا تھا۔لیکن رفتہ رفتہ اس دن کو محبت کی یادگار رتبہ حاصل ہو گیا اور برطانیہ میں منتخب محبوب اور محبوبہ کو اس دن محبت بھرے خطوط پیغامات کارڈ اور سرخ گلاب بھیجنے کا رواج ہے۔یہ دن ساری دنیا میں ہی منایا جاتا ہے اور لڑکی ایک دوسرے کو پھول ل دیتے ہیں اور لڑکیاں مخصوص رنگ کے کپڑے پہنتی ہیں مسلمانوں کے لیے یہ دن منانا جائز نہیں۔کیوں کہ شرعی طور پر اس دن نامحرموں کا اس طرح ملنا بدنگاہی کرنا حرام ہے۔ایک عیسائی تہوار ہے جو پھر عیسائیوں سے شروع ہوا اور پھر پھر وقت کے ساتھ ساتھ دوسرے مذاہب میں بھی پروان چڑھا۔یہ جہنم میں لے جانے والا کام ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بے حیائی سے اس لیے منع فرمایا اور حیا کو ایمان کا حصہ قرار دیا کیونکہ بے حیائی یہ دین اور معاشرے کے لئے تباہی کا باعث ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"ان الله حي حی سيره يجب الحياءوالستر"(19)

(اللہ تعالی حیادار پردہ پوش ہے حیا اور پردے کو پسند کرتا ہے۔)

جب حیا ختم ہو جائے تو انسان کچھ بھی کر سکتا ہے کیونکہ بے حیائی کی ابتدا نظر ہی سے ہوتی ہے۔اس لئے اس طرح کے لغو خیالات سے اور دن کو منانے سے پرہیز کیا جائے۔اصول عرف میں یہ تہوار منانا جائز نہیں۔کیونکہ اسلام حیا کا درس دیتا ہے۔

۴۔۵اپریل فول:

اس تہوار کا آغاز یہودیوں سے ہوا تھا۔جو کہ ھمارے معاشرے میں بھی رائج ہو چکا ہے کہ کی یکم اپریل کو بعض لوگ مذاق کرتے ہیں۔جس میں دوسرے کو فون کر کے بیوقوف بناتے ہیں کہ فلاں عزیز فوت ہو گیا یا فلاں بیمار ہے یا فلاں کو کچھ ایسا حادثہ رونما ہو گیا۔اس طرح کے کئی اور جھوٹ و مذاق کرتے ہیں۔جب بندہ پریشان ہو کر وہاں پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم مذاق کر رہے تھے کہ آج اپریل فول ہے۔حدیث شریف میں آتا ہے۔

"عن ابي هريره قال .قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن العبد الايمان كلة حتى يترك الكاذب من المزاحة ويترك المراء وان كان صادقا."(20)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندی کا ایمان مکمل نہیں ہو گا جب تک ک وہ جھوٹ کو مزاح میں بھی نہ چھوڑیں۔اور سچا ہونے کے باوجود جھگڑا نہ چھوڑیں۔)

اس رسم میں سب سے بڑا گناہ جھوٹ ہے۔ جبکہ جھوٹ انسان کو دنیا میں ذلیل کر دیتا ہے اور آخرت میں اس کے لیے عذاب ہے۔ اور یہ غیر مسلموں کا تہوار ہے۔ اور غیر مسلموں کی مماثلت کی بناء پر اس تہوار کی اجازت نہیں۔ اس لیے اس دن کو منانے سے گریز کیا جائے۔ تاکہ جھوٹ جیسے گناہ سے بچا جائے۔ شرعاً اصول عرف کی روشنی میں یہ تہوار منانا جائز نہیں۔

۵۔۵ مکان کی بنیادوں میں جانور کا خون ڈالنا:

بعض لوگ جب مکان بناتے ہیں تو جانور صدقہ کرتے ہیں اور اس کا خون مکان کی بنیادوں میں ڈالتے ہیں۔ ان کا خیال ہوتا ہے کہ مکان خیر و آباد رہے گا۔ اس سے ایسا کچھ نہیں ہوتا صدقہ کرنا بہتر ہے۔ لیکن ایسے فضول خیالات سے بچا جائے۔ اور ایسے کام نہ کیے جائیں جن سے نہ تو کوئی فائدہ ہو اور نہ ہی جس کا کوئی مقصد ہو۔ یہ بھی اعتقادی مسائل میں سے ہے اس لیے شرعاً اصول عرف کی روشنی میں ایسے افعال کی اجازت نہیں۔

خلاصہ بحث:

مسلم معاشرہ اسلامی ثقافت کی عکاسی کرتا ہے۔ لہذا کسی بھی قوم کے رسم و رواج اس کی ثقافت کی پہچان ہے۔ لیکن جب معاشروں اور قوموں کے آپس میں تعلقات استوار ہوتے ہیں تو اس باہمی میل جول کے نتیجے میں بہت سے رسومات کو معاشرہ میں رائج کر لیا جاتا ہے۔ جس کا اس قوم کی ثقافت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ ساعت رائج ہو چکے ہیں جن کا اسلامی ثقافت اور اقدار سے کوئی تعلق نہیں۔ موجودہ دور میں ہمارا معاشرہ رسم ورواج میں اس قدر منہمک ہو چکا ہے کہ لوگ یہ سوچنا گوارا نہیں کرتے کہ یہ رسم جائز ہے یا ناجائز۔ بعض تو ناجائز رسومات کو جائز ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ قومیں جب بنیادی عقائد اور تعلیمات کو چھوڑ کر رسم ورواج کے چکر میں پھنس جاتی ہیں تو زوال کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح فیصل آباد میں بھی ایسی رسومات رائج ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں چاہے وہ شادی کی رسوم ہو فوتگی ہو یا متفرق رسومات ہو۔ تقریبا جو ہمارے معاشرے کا حصہ بن چکی ہیں اور اکثر ان میں سے ہندو تہذیب و دیگر کے اثر انگیزی ہے اور بد اعتقادی اور توہمات پر مبنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان دین سے دور ہو رہے ہیں۔ کیونکہ وہ ان رسومات کو اپنی زندگی کا لازمی جزو سمجھنے لگ گئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے متعلق لوگوں میں شعور پیدا کیا جائے۔ تاکہ وہ ان کو دین سے جڑا ہوا ہونا اور اس سلسلے میں لوگوں پر غیر ضروری رسومات کے نتائج اور اثرات کو واضح کرنے کی ضرورت ہے تاکہ لوگوں میں آخرت کے خسارے کا احساس پیدا ہو اسلامی معاشرہ سے ان رسومات کا خاتمہ ممکن ہے لیکن اس کے لیے افراد کو تربیت یافتہ ہونے کی ضرورت ہے ہر فرد اپنا انفرادی طور پر کردار ادا کرے تو ہی معاشرہ کی اصلاح کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

سفارشات:

۱۔ معاشروں میں رسم ورواج ایک تناور درخت کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ رسومات جو معاشرہ کے بقا، معیار، توازن اور خوبصورتی کو بڑھاتے ہیں ان کو جاری رہنا چاہیے۔ اسلام نے بھی انہی بنیادوں پر عرب معاشرہ کی ایسی رسم ورواج کو جاری رکھا اور جو فرسودہ تھیں انہیں باطل قرار دے دیا اسی طرح ہمیں ایسے رسم ورواج کو معاشرہ سے کانٹ چھانٹ دینا چاہیے۔

۲۔ ہمارے زیادہ تر فرسودہ رسومات ہندو تہذیب سے منتقل ہوئی ہیں لہذا ہمیں ایسی تمام چیزوں کو روکنا ہوگا جو ہمارے معاشرہ پر اثر انداز ہو رہی ہیں جیسے بھارتی میڈیا، ڈرامے وفلم وغیرہ۔

۳۔ زیرِ بحث فرسودہ رسومات پر عقلی ونقلی دلائل پر مشتمل الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا پر پروگرام اور کالم کی نشر واشاعت ہونی چاہیے تاکہ معاشرہ کی عام سطح پر اسکی اصلاح کی جائے۔

۴۔ علماء وخطیب اجتماعِ جمعہ میں اس پر گفتگو کریں تاکہ ہر سطح پر اسکی روک تھام کی جاسکے۔

۵۔ تحقیق سے یہ بات بآسانی اخذ کی جاسکتی ہے کہ ان فرسودہ رسومات کے پیچھے خواتین ہیں لہذا تربیتِ خواتین کے لئے محلّوں، سکول، کالجز ویونیورسٹی کی سطح پر تربیتی نشستیں ہونی چاہیے۔ اور جو حلقہ احباب اس پر کام کر رہے ہیں ان کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔

۶۔ ادیب وڈرامہ نگار ان فرسودہ رسومات کے موضوعات پر ڈرامے لکھیں اور بنائیں تاکہ آج کی نوجوان نسل جو میڈیا سے بہت جڑی ہوئی اس کی اصلاح ہوسکے۔

۷۔ سکول، کالجز ویونیورسٹیز میں ان موضوعات پر تقریری مقابلے ہونی چاہیئے تاکہ نوجوان نسل کی ذہن سازی کی جاسکے۔

۸۔ معاشرے کو جو لوگ ان فرسوہ رسومات کو چھوڑیں یا ان کا بائیکاٹ کریں ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان کا ساتھ دینا چاہیے۔

حوالہ جات

1-افریقی، ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، الطبقۃ الاولی12،34

Afrīqī, Ibn manẓūr, Lisān al-ʻArab, dārṣādr, Bayrūt, alṭbqtālāwly 12, 34

2-ایضا

Ibid

3-الفیروزآبادي، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط مؤسسۃ الرسالۃ، طبقۃ الثانیہ، 7، 14، 1987، ج3، 23

al-Fīrūzābādī, mḥmdbn Yaʻqūb, al-Qāmūs al-muḥīṭ m'smh alrsālth, ṭbqtālthānyh, 1987, 14, 7, j3, 23

4-ایضا

Ibid

5-فیروزالدین، مولوی، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، طبع سوم،1973, صفحہ464

Fyrwzāldyn, Mawlawī, fyrwzāllghāt, fyrwzsnz lmy ,ڈLāhūr, Ṭubi'a swm, 1973, 464

6-گستاولی بان، ڈاکٹر، تمدن ہند، مترجم، سید علی بلگرامی، مقبول اکیڈمی، لاہور20فروری1962، ص47

Gstāwly Bān, 1dākٹr, Tamaddun Hind, mutarjim, syd'ly blqrāmy, Maqbūl Ikaydaymi, lāhwr20frwry1962, 47

7-النساء(4)1

alnsā'4-1

8- Britannica, Volume :7 ,pg :871

9-ابنِ منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت،1412ھ، جلد2، ص291

Ibn manẓūr, Lisān al-'Arab, dārṣādr, Bayrūt, 1412h, jld2, 291

10۔البانی، محمد ناصر الدین دین میں سلسلہ احادیث الصحیحہ، الایمان والتوحید والدینو القدر، مکتبہ قدوسیہ، لاہور2009ء حدیث نمبر294، ج8

Albān', mḥmdnāṣrāldyn dīn myںSilsilah aḥādīth alṣḥḥyh, al-īmān wa-al-tawḥīd wāldynwālqdr, Maktabah qdwsyh, Lāhūr, 2009, Ḥadīth, nmbr294, 8

11-بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب فی النجوم، جلد4، ص107

Bukhārī, abw'bdāllh mḥmdbn Simā'īl, Ṣaḥīḥ Bukhārī, Kitāb bd'ālkhlq, Bāb fī al-nujūm, jld4, 107

12۔اعظمی، محمد امجد علی، مفتی، بہار شریعت، مکتبہ المدینہ، کراچی،2016ء، جلد1، ص51

A'ẓamī, mḥmdāmjd'ly, Muftī, Biḥār shry't, Maktabah almdynh, krājy, 2016, jld1, 51

13-۔امام ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، باب ماجاء فی کراھیۃ النوح، رقم الحدیث:1000

Imām Tirmidhī, abw'ysy mḥmdbn 'Īsá, Jāmi' Tirmidhī, Bāb mājā'fy karāhiyat al-nawḥ, raqm al-ḥadīth : 1000

14-ابن عابدین، محمد امین بن عمر، ردالمختار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، صلوۃ الجنائز، دار الفکر، بیروت، جلد2، ص234

Ibn 'Ābidīn, Muḥammad-Amīn ibn 'Umar, rdālmkhtār rly aldrālmkhtār, Kitāb al-ṣalāh, ṣalwat al-janā'iz, dārālfkr, Bayrūt, jld2, 234

14-احمد رضا خاں، امام، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور2016، ج24، ص969

j24, 969,, Imām, fatāwá rḍwyh, rḍāfā''dyshn lāhwr2016 - Aḥmdrḍākhān

15-احمد رضا خاں، امام، بہارِ شریعت، مکتبہ المدینہ، کراچی، جلد۲، ص۳۱۸

,Aḥmdrḍākhān Imām, Biḥār shry't, Maktabah almdynh, krājy, jld2, 318

16-بخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، تیسیر الباری شرح صحیح بخاری، مترجم علامہ وحید الزمان، ضیا احسان پبلشرز، لاہور،۱۹۹۰ء، کتاب الطب، باب لاھامۃ، جلد۵،-ص۴۷۲، رقم الحدیث۷۰۸

Bkh'āry, Imām abw'bdāllh mḥmdbn Ismā'īl, tysrāālbāry sharḥ Ṣaḥīḥ Bukhārī, mutarjim 'Allāmah Waḥīd al-Zamān, ḍyāāḥsān pblyshrlāhwr, 1990, Kitāb al-ṭibb, Bāb lāhāmh, jld5, 472, raqm alḥdyth708

17-ہندوؤں کے تہوار،۳مارچ،۲۰۱۶ءمیں سے آرکائیو شدہ، اخذ شدہ بتاریخ ۱۸/اکتوبر۲۰۰۹ء

Hndw'n kےthwār, 3mārj2016 Mīn sے'ārkā'ywsdh, akhdshdh bi-tārīkh 18āktwbr2009'

18-B.S. Najaar, Punjab Under the Later Mughals, New Accademi Publisher, 1972, P#279

19-خطیب، تبریزی، ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ، مشکوۃ المصابیح، کتاب الطہارت، باب الغسل، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۳ء، جلد۱، ص۹۶

Khaṭīb, Tabrīzī, Walī al-Dīn abw'bdāllh mḥmdbn Allāh, mshkwtālmṣābyḥ, Kitāb alṭhārt, Bāb alghsl, dārālktb al'lmyh, Bayrūt, Lubnān, 2003', jld1, 96

20-احمد بن حنبل، ابو عبداللہ بن محمد، المسند، موسسۃ قرطبہ، القاہرہ، فعل مسند ابی ھریرۃ، جلد۲، ص۳۵۲

Aḥmadibn Ḥanbal, abw'bdāllh ibn Muḥammad, al-Musnad, Mu'assasat qrṭbh, al-Qāhirah, fi'l Musnad Abī Hurayrah, jld2, 352